بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نقشِ آغاز

- مسئلہ افغانستان اور جمعیۃ العلماء اسلام کا مؤقف
- گول میز کانفرنس میں مولانا سمیع الحق کا خطاب
- حضرت شیخ الحدیث مدظلہ کی اہلیہ محترمہ کا انتقال

دینی غیرت و حمیت اور اسلامی جذبہ جہاد سے سرشار افغان مجاہدین کی مسلسل آٹھ سالہ تاریخ ساز اور بے مثال قربانیاں بالآخر رنگ لائیں اور روس نے افغانستان سے اپنی فوجوں کی واپسی کا مژدہ بھی سنا دیا۔ روسی فوجوں کی واپسی کے بعد کیا واقعۃً بھی افغانستان آزاد ہو جائے گا؟ وہاں پر اسلامی ریاست کا قیام، نفاذِ شریعت کا عمل، افغان مجاہدین کی اپنی مرضی کی حکومت اور منتشر مہاجرین کا امن و سکون سے اپنے ملک میں زندگی بسر کر سکنا! یہ ہیں مستقبل کے مسائل۔ جن کے حل کرنے میں افغان قائدین، سیاسی مدبرین اور حکومتِ پاکستان نے حد درجہ حزم و احتیاط، ہوشمندی اور عزیمت و استقامت کا ثبوت پیش کرنا ہے۔ پاکستان نے مسلسل آٹھ سال سے ایک سپر پاور اور ظالم جارح کے مقابلے میں مظلوم و مجروح کا بھرپور ساتھ دینے کی جو شاندار نظیر قائم کی ہے اس کا تقاضا یہ ہے کہ پاکستان خود بھی سرخرو ہو اور اس کی کاوشیں افغان مجاہدین کی فتحمندی اور افغان مہاجرین کی باعزت وطن واپسی کا ذریعہ بن سکیں۔

چنانچہ وزیر اعظم پاکستان نے اسی مسئلہ کی نزاکت و اہمیت کے پیشِ نظر ایک قومی مؤقف اختیار کرنے کی غرض سے ایم آر ڈی سمیت ۱۹ سیاسی جماعتوں کے راہنماؤں کی آل پارٹیز گول میز کانفرنس بلائی، سب نے وزیر اعظم کے اس اقدام کو حوصلہ افزا اور خوش آئند قرار دیا اور بعض لیڈروں کے بزعم غیر جمہوری اور متنازعہ اسمبلی کے غیر نمائندہ اور متنازعہ وزیر اعظم ہونے کے باوجود بھی بحیثیت ان کے واقعی وزیر اعظم ہونے کے مسئلہ کی اہمیت کے نقطۂ ضرورت کے پیشِ نظر یا پسِ پردہ کسی کے اشارۂ ابرو کی اطاعت میں ان کی دعوتِ گول میز کانفرنس قبول کر لی گئی۔

قائد جمعیۃ مولانا سمیع الحق مدظلہ کو بھی وزیر اعظم کا دعوت نامہ پہنچا تو جمعیۃ علماء اسلام کی مرکزی مجلسِ عاملہ نے گول میز کانفرنس میں بھی اعلاء کلمۃ الحق کی خاطر قائدِ جمعیۃ کی شرکت ضروری سمجھتے ہوئے انہیں افغان مجاہدین کی بھرپور حمایت، اظہارِ حق اور جمعیۃ کا مؤقف بیان کرنے کے لیے شرکت پر آمادہ کر لیا۔

چنانچہ گول میز کانفرنس ۵ اور ۶ مارچ دو روز تک جاری رہی جس میں زیادہ تر لیڈروں نے افغانستان کے مستقبل، مجاہدین کے مؤقف اور مہاجرین کی باعزت واپسی کے تمام پہلوؤں کو نظر انداز کر کے معاہدے پر دستخط کر دیئے جانے پر زور دیا بلکہ بزنجو، بلیجو،

معراج محمد خان اور فتحیاب جیسے لوگوں نے تو مہاجرین کے خلاف اوچھی زبان بھی استعمال کی اور افغانستان میں مستقبل کی آزاد اسلامی حکومت کو "مُلّا شاہی" قرار دے کر نفاذ شریعت اور نظام اسلامی کا مذاق بھی اڑایا ـــــ اس موقع پر اس نظریہ کے حامل لوگوں کو وزیر اعظم کی موجودگی میں قائد جمعیۃ مولانا سمیع الحق نے جارح روس کے وکیل، اس کے ایجنٹ اور زرخرید گماشتے قرار دیا اور کہا کہ مجاہدین کے بارہ میں اس قدر سوقیانہ اور روسی زبان کا استعمال ۱۳ لاکھ شہداء کے خون سے استہزاء اور تمسخر کے مترادف ہے۔

کانفرنس کے اختتام پر کھانے کی میز پر جب مولانا شاہ احمد نورانی نے طنزاً شریعت بل کا ذکر چھیڑ دیا تو وزیر اعظم نے نظام شریعت پر علماء کے عملاً اتفاق کو چیلنج کیا، جبکہ اس سے قبل بھی سبّی میں بلوچستان کے بلدیاتی کنونشن سے خطاب کرتے ہوئے وزیر اعظم کا یہ بیان کہ "اگر علماء متفق ہو جائیں تو حکومت بلا تاخیر شریعت نافذ کر دے گی" اخبارات میں آ چکا تھا ـــــ تو قائد جمعیۃ مولانا سمیع الحق نے تمام سیاسی جماعتوں کے لیڈروں اور ہر مکتب فکر سے تعلق رکھنے والے علماء کی موجودگی میں وزیر اعظم کے جواب میں کہا کہ "جمعیۃ علماء اسلام کے رہنماؤں کا سینٹ میں پیش کردہ شریعت بل جس میں ۲۲ نکات سمیت شریعت کے تمام بنیادی اصول سمو دیئے گئے ہیں تمام مکاتب فکر کے جید اور نمائندہ علماء کا متفقہ ہے۔ اگر گول میز کانفرنس میں شریک کسی بھی مکتب فکر کے عالم دین، کسی بھی سیاسی پارٹی کے رہنما یا ہاؤس کے کسی بھی معزز رکن کو اس کی کسی بھی دفعہ یا جز ئیہ تک سے اختلاف ہو اور وہ قرآن و سنت کے علمی اور قطعی دلائل کی روشنی میں اس کی نشاندہی کر دے تو اسے بڑی خوشی سے قبول کر لیا جائے گا"، مگر عملاً اس کی جرأت کسی کو بھی نہ ہو سکی اور کیسے ہوتی کہ انگلی رکھنے کی جگہ ہی نہ تھی ؎

وہ خود بتائیں کہ روشن ہے آفتاب کہاں
مجھے یہ ضد بھی نہیں ہے کہ دن کو رات کہوں

گویا مولانا سمیع الحق نے وزیر اعظم سمیت ارباب حکومت و سیاست سب پر عملاً یہ واضح کر دیا کہ شریعت بل کے واقعۃً "نظام شریعت" ہونے پر کسی کو اختلاف نہیں، اختلاف کا مفروضہ ان کا گھڑا ہوا ہے جو عملاً شریعت کے نفاذ میں مخلص نہیں ہیں۔

۱۹۸۵ء کا الیکشن ہوا اس سے قبل مارشل لاء کا دور ہو قائد شریعت شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق مدظلہ اور ان کے صاحبزادے قائد جمعیۃ مولانا سمیع الحق نے ایک مسلمان اور عالم دین کی حیثیت سے حکومت کے ایوان میں اعلاء کلمۃ الحق کا جو موقف اختیار کیا تھا جو موجودہ دور میں کسی بھی سیاسی عمل کی وجہ جواز کے لیے نقطۂ ضرورت کے مفروضے سے ہزار درجہ مقدم، قطعی منصوص ہے، آج حرف بحرف اس کی سچائیاں عملاً سب کے سامنے نکھر کر ظاہر ہو رہی ہیں ـــ ہمیں کسی سے اس کے اقرار کرانے اور بیان داغ ڈالنے کی ضرورت نہیں ـــ عملاً سب نے یہی وجہ جواز پیش کی کہ مسئلہ افغانستان چونکہ ملک کے تحفظ اور مسلمان ملت کا مسئلہ ہے لہٰذا اپنا موقف خواہ حکومت اس کو ملحوظ رکھے یا نہ رکھے بیان کر دینا ضروری تھا۔ جب کہ قائد جمعیۃ مولانا سمیع الحق آٹھ دس سال سے یہی کہہ رہے ہیں کہ جناب! نفاذ شریعت کا مسئلہ تو سب پر مقدم اور فائق ہے

کوئی مانے یا نہ مانے تحریک نفاذِ شریعت اور غلبۂ اسلام کے کام سے چھٹی کر لینا شانِ مسلم کے زیبا نہیں۔ اعلاء کلمۃ الحق، علماء حق اور نائبانِ رسول کا فریضۂ منصبی ہے سلطان جائر (خواہ وہ فوجی حکمران کی صورت میں ہو یا پیپلز پارٹی اور مسلم لیگی وزیر اعظم کی صورت میں ہو، پارلیمنٹ کا ایوان ہو یا گول میز کانفرنس کا میدان ہو) ظالم بادشاہ کے سامنے اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر اور اسے جھنجوڑ جھنجوڑ کر کلمۂ حق کہنا افضل جہاد ہے۔ اور الحمد للہ کہ جمعیۃ علماء اسلام نے کسی وقت بھی دعوت و عزیمت کے اس تاریخی تسلسل کو قائم رکھنے میں کوتاہی نہیں کی۔ جمعیۃ کے راہنما صدر ایوب، یحییٰ خان، وزیر اعظم بھٹو، صدر ضیاء الحق کی فوجی آمریت اور مسلم لیگ کی آمرانہ جمہوریت میں سیاسی فضا کے تکدر، ناموافق ماحول اور ناسازگار حالات میں بھی جس طرح اعلاء کلمۃ الحق کا فریضہ ادا کرتے رہے اسی جہادِ عزیمت کے تسلسل کو قائم رکھتے ہوئے وزیر اعظم کی گول میز کانفرنس میں بھی جمہور مسلمانوں، افغان مجاہدین کی ترجمانی اور مستقبل کے آزاد اسلامی افغانستان کے قیام و استحکام کے سلسلہ میں قائد جمعیۃ حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہ نے جمعیۃ علماء اسلام کا جو مؤقف پیش کیا وہ چونکہ تحریری نہیں تھا تقریر کی شکل میں تھا اس لیے اس کا مفصل متن تا حال نہیں مل سکا مگر اس کے بنیادی نکات اور خلاصہ یہ تھا کہ:۔

——— اب تک مسئلہ افغانستان میں حکومتِ پاکستان اور افغان مجاہدین کی پالیسی کامیاب رہی ہے مستقبل میں اس ٹھوس اور مضبوط مؤقف پر آزادئ وطن اور حریت اقوام کا ایک تاریخی اور زریں باب رقم ہوگا۔ اس وقت ہمارے سامنے اولین مسئلہ افغان مجاہدین کی ہمدردی اور مہاجرین کو پناہ دینا تھا اور الحمد للہ کہ اسلامی اخوت کی بناء پر ہم مظلوم افغانوں کی ہمدردی اور ہر ممکن امداد کرتے رہے، جبکہ ان مظلوموں نے صرف اپنی ہی نہیں بلکہ پاکستان کے دفاع کی بھی جنگ لڑی ہے۔ افغانستان کے میدانِ کارزار میں افغان مجاہدین کی بے مثال تاریخی قربانیاں اپنی مثال آپ ہیں، اس سلسلہ میں ویٹ نام وغیرہ بھی پیچھے رہ گئے ہیں۔ مجاہدین نے اپنے سے کئی گنا ایک بڑی طاقت اور استعماری قوت کی یلغار کو بریک لگا دی ہے ——— مگر اب روس میدانِ جنگ میں ہار جانے کے بعد بڑی شاطرانہ تثلیثی چال (روس، بھارت، امریکہ گٹھ جوڑ) سے مذاکرات کی میز پر مستقبل کی سیاست جیتنا چاہتا ہے، جس کا واضح ثبوت بھارت کا کھل کر میدان میں آجانا ہے، تاہم مجاہدین کی بے نظیر پامردی اور استقامت سے افغانستان میں ہزیمت اور رسواترین شکست روس کا مقدر بن چکی ہے اور وہ اپنی فوجوں کی واپسی کے لیے خود ایک وقت متعین کر چکا ہے، تو معاہدہ پر ہمارے دستخط کر دینے یا نہ کرنے سے ہر دو صورتوں میں روس افغانستان سے واپس جائے گا۔

جنیوا مذاکرات کا روسی فوجوں کی واپسی سے کوئی تعلق نہیں۔ فوجوں کی واپسی کا فیصلہ روس نے افغانستان میں اپنی ناکامی، مجاہدین کی ناقابلِ شکست مزاحمت، مقبوضہ مسلم علاقوں میں بیداری کی لہر، بین الاقوامی سطح پر ذلت و رسوائی اور بڑھتی ہوئی مذمت اور افغانستان کی بلا جواز جنگ کے داخلی نتائج اور گورباچوف کی نئی خارجہ پالیسیوں کا نتیجہ ہے۔ اس سلسلہ میں جمعیۃ علماء اسلام کا مؤقف یہ ہے کہ روس نے ۹ سال تک افغانستان کی تباہی اور ہلاکت کے جن سنگین

اور بھیانک جرائم کا ارتکاب کیا ہے اب وہ نتائج کے سلسلہ میں اپنی ذمہ داری قبول کرے۔ افغانستان کی تعمیرِ نو، امن و سکون کی بحالی، مہاجرین کی واپسی اور آزاد اسلامی ریاست کے قیام اور بقاء و تحفظ اور اس کے استحکام کی ذمہ داریوں میں اسے جکڑے بغیر وہ یونہی رخصت ہو گیا تو پھر وہ مستقبل میں جس طرح کی من مانی کرنا چاہے گا کر سکے گا تو پھر اُس وقت اُس کے ناک میں نکیل ڈالنا ناممکن ہو گا۔

افغانستان میں رُوسی یلغار کا مقصد ہی یہی ہے کہ یہاں پر اُس کا سکہ اور نظام چلتا رہے۔ داؤد، ترکئی، امین، کارمل اور نجیب سب اس کے پیادے، فرستادے اور کٹھ پتلی تھے۔ جب جارحیت کا خاتمہ اور روسی تسلط سے خلاصی ہی مقصود ہے تو لامحالہ جارحیت اور ظلم کے اثرات و ثمرات کو بھی محو کرنا ہو گا۔

لہٰذا پاکستان کو موجودہ شکل میں جنیوا معاہدہ پر دستخط کر کے بلاوجہ ایک مضبوط حلیف قوت افغان مجاہدین کی ناراضگی ہرگز مول نہیں لینی چاہیئے۔

جہاں تک امریکہ کی پالیسی کا تعلق ہے تو امریکہ اپنی نئی پالیسی سے ایک تیر سے دو شکار کھیلنا چاہتا ہے اور دو طرح کے فائدے حاصل کرنا چاہتا ہے ایک افغانستان سے روسی فوجوں کا انخلاء اور دوسرا افغان مجاہدین کی آزاد اور اسلامی حکومت کے قیام میں رکاوٹ۔

امریکہ سمیت دنیا کی سوشلسٹ، کمیونسٹ اور لادین حکومتیں بظاہر افغانوں کی حمایت کے باوجود وہاں پر آزاد اسلامی ریاست کا قیام ہرگز نہیں چاہتیں۔ چونکہ افغانستان میں اسلامی انقلاب کے اثرات ایران، پاکستان اور وسطِ ایشیا پر پڑ سکتے ہیں۔ امریکہ نئی شاطرانہ پالیسی سے اس کا تحفظ اور سدِ باب چاہتا ہے۔ اگر امریکہ ساتھ نہ بھی دے تب بھی مجاہدین اللہ کی نصرت اور بھروسہ پر ایک عظیم اسلامی انقلاب اور آزاد اسلامی ریاست کے قیام و استحکام میں انشاء اللہ کامیاب ہو کر رہیں گے۔ بعض لوگ خانہ جنگی کے خطرہ کو سامنے لاتے ہیں، خانہ جنگی کا اندیشہ دستخط کرنے نہ کرنے دونوں صورتوں میں موجود ہے۔

امریکہ روس گٹھ جوڑ کی موجودہ پالیسی قبول کر لینے کی صورت میں مستقبل کے اندیشوں کے بارے میں گذارش ہے کہ اس پالیسی کو قبول کر لینے کی صورت میں بھی افغانستان کی سالمیت، خانہ جنگی سے تحفظ اور اس کے اثرات سے پاکستان کی حفاظت کی ضمانت نہیں دی جا سکتی۔ پاکستان کی سلامتی بھی اسی میں ہے کہ پڑوس میں خالص آزاد اسلامی ریاست کا قیام ہو اگر امریکہ گٹھ جوڑ کو تسلیم کر لیا گیا تو یہ ۱۳ لاکھ شہداء کے خون سے تمسخر کرنا ہو گا۔ ایسی صورت میں افغانستان میں لادین کمیونسٹ حکومت قائم ہو گی جس کی وجہ سے پاکستان میں بھی پختونستان اور سندھو دیش وغیرہ کے شوشے چھوڑے جاتے رہیں گے، بدامنی اور دھماکے پہلے سے کئی گنا بڑھ جائیں گے۔ ہمارے لیے افغانستان میں مضبوط مستحکم اسلامی حکومت ایک بہترین پڑوسی ثابت ہو سکتی ہے۔

افغانستان کی جنگ میں اصل فریق اپنے وطن کی آزادی اور دفاع کی جنگ لڑنے والے افغان مجاہدین اور حملہ آور رُوس ہیں۔ مجاہدین اپنے وطن کی آزادی میں ۱۳ لاکھ جانوں کا نذرانہ پیش کر چکے ہیں۔ پاکستان ان کا حامی و ناصر، ان کا میزبان اور پڑوسی، ان کا حلیف و مددگار، ان کا وکیل و ترجمان، خود ایک متاثرہ ملک اور افغانستان کے مسئلہ میں اسکی حیثیت ایک مصالحت کنندہ کی ہے۔

لہٰذا یہ ابھی سے طے ہونا چاہیئے کہ افغان مجاہدین کو ناقابلِ قبول یا ان کی شمولیت اور رضامندی کے بغیر کوئی معاہدہ نہیں ہونا چاہیئے۔ جو معاہدہ بھی افغان مجاہدین کی کامیابی اور افغان مہاجرین کی امن و سکون سے واپسی کی ضمانت نہ دے وہ افغانستان کو خانہ جنگی میں دھکیل دے گا اور پاکستان کو بھی لے ڈوبے گا۔ پاکستان کا مفاد اور اس کی سالمیت و استحکام مجاہدین کی کامیابی اور ان ہی کے مؤقف پر مبنی معاہدے سے وابستہ ہے۔ پوری مسلم دنیا، غیر جانبدار تحریک، اقوامِ متحدہ کے ۱۲۳ ممالک اور اسلامی سربراہ کانفرنس بھی بارہا اس مؤقف کی تائید کر چکے ہیں۔ اگر خدانخواستہ اس سے انحراف کر لیا گیا اور افغان مجاہدین کے مؤقف، افغان مہاجرین کے مفاد اور ان کا بھرپور ساتھ دینے والی قوتوں کی رائے کو اگر خدانخواستہ نظرانداز کر دیا گیا تو جس مؤقف کے تسلسل سے پاکستان نے عالمی رائے عامہ اور بالخصوص مسلم دنیا میں عزت و افتخار کا جو مقام حاصل کیا ہے وہ بھی ہاتھ سے جاتا رہے گا ـــــــ

گول میز کانفرنس میں صرف اس مؤقف کی مدلل وضاحت پر اکتفا نہیں کیا گیا بلکہ اس موقف کو منوانے، اس میں وزن ڈالنے اور مؤثر بنانے کے لیے قائد جمعیۃ مولانا سمیع الحق کی تحریک و تجویز پر قائد شریعت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق مدظلہٗ نے ۱۲ مارچ ۸۸ء بروز ہفتہ تمام دینی و مذہبی جماعتوں کے قائدین، ملک کے ممتاز سکالرز، دانشور، سیاسی مدبرین، اربابِ علم و فضل اور ذی رائے اصحابِ علم و بصیرت کا جامعہ اسلامیہ کشمیر روڈ راولپنڈی میں ایک نمائندہ اجلاس طلب کیا، جس میں ملک بھر کی تمام دینی جماعتوں کے راہنماؤں اور شرکائے اجلاس نے اس مؤقف کی بھرپور تائید کی اور حکومت پر واضح کیا کہ اس واضح اور ٹھوس لائحہ عمل سے سرِمو انحراف بھی مستقبل کے بھیانک خطرات اور ملکی سالمیت کی ہچکولے کھاتی نیا کے ڈوبنے اور ہلاکت کا ذریعہ بن سکتا ہے۔

وفیات :ـــ حضرت شیخ الحدیث مدظلہٗ کی اہلیہ محترمہ کا انتقال

محدثِ کبیر، استاذ العلماء، قائد شریعت، شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق مدظلہٗ کی رفیقہ حیات، قائد جمعیۃ جناب مولانا سمیع الحق، مولانا انوار الحق، مولانا محمود الحق اور مولانا اظہار الحق کی حقیقی اور نسبی والدہ اور ہزاروں علماء، فضلاء، مشائخ، مجاہدین، اساتذہ علم اور طلبہ دین کے لیے خیر و برکت، دعاؤں کا مرکز اور روحانی والدہ اپنی طویل علالت کے بعد مورخہ ۲۴ مارچ کو صبح ۳ بجکر ۱۰ منٹ پر پولی کلینک ہسپتال اسلام آباد میں اس دارِ فانی سے رحلت کر کے اپنے رب کے حضور پہنچ گئیں۔
اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ، جس کی رضا کے حصول کیلئے مرحومہ مغفورہ نے اپنی پوری زندگی وقف کر رکھی تھی۔